دینی مدارس، حکومت اور مسلمانوں کے درمیان

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

جیسے ہوا اور پانی انسان کے لئے ایک ضرورت ہے اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر دین انسان کی ضرورت ہے۔ دین ہی کے ذریعہ انسان کو جینے کا سلیقہ آتا ہے، گویا یہ مہذب زندگی کی کلید ہے، اسی لئے کائنات کے خالق و مالک نے جس طرح انسان کو ہوا، پانی اور دوسری ضروریات مہیا کی ہیں، اسی طرح پیغمبروں اور رسولوں کی معرفت دین حق بھی بھیجا اور جینے اور مرنے کا طریقہ بتایا۔ کائنات میں جو پہلا انسان آسمان کی سیر کر کے جنت کی خوش رنگیوں کو دیکھ کر آیا، وہ پہلا انسان بھی تھا، پہلا پیغمبر بھی اور دین حق کا حامل و داعی بھی۔

انسان کی ایک بیماری خالص چیزوں میں آمیزش اور ملاوٹ کی ہے۔ غور کیجئے کہ دنیا کی کون سی چیز اس کی آمیزش سے محفوظ ہے؟ کھانے کی ہو، پینے کی ہو، پہننے کی ہو، رہنے سہنے کی ہو، یا کسی اور طریقہ پر استعمال کی، جہاں جہاں اس کے ملاوٹ کی گنجائش اور طاقت ہے، وہ ضرور ہی اس حرکتِ ناشائستہ کا ارتکاب کرتا ہے اور دین کے معاملہ میں بھی اس نے یہی کیا، اس کی ''طبع آمیز خو'' نے دین میں بھی آمیزش اور ملاوٹوں کو راہ دے دیا، انبیاء آتے، کھرے کھوٹے کر الگ کرتے، زرِ خالص پر پڑے ہوئے غبار کو صاف کرتے، اُدھر وہ گئے، اِدھر قوم نے کھوٹ کو جمع کیا، غبار اکھٹا کئے اور دین خالص کو اپنی آمیزش اور ملاوٹوں سے بگاڑ کر رکھ دیا، محمد رسول اللہ ﷺ آخری پیغمبر تھے، جیسے سورج نکلنے کے بعد تارے منہ چھپا لیتے ہیں اور آسمان کی پیشانی پر چشم ناز دکھانے والی کہکشاں ڈوب جاتی ہے، اسی طرح نبوت محمدی ﷺ کائنات کے افق پر ایک خورشیدِ ہدایت اور مہر صداقت کا طلوع تھا، جس نے پچھلے چراغوں کو بجھا دیا۔ اب اگر یہ آفتابِ عالم تاب بھی گہن آلود ہو جائے، تو کون ہوگا جو حق و راستی کی بے غبار روشنی لوگوں تک پہنچائے؟

اس لئے اللہ تعالیٰ نے خود اس دین کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (الحجر: ۹) دین اور سرچشمۂ دین ''قرآن مجید'' کی حفاظت کا جو انتظام و انصرام رب کائنات کی طرف سے ہوا ہے، وہ بجائے خود ایک معجزہ اور اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے۔ مفسرین، محدثین، فقہاء اور عربی زبان و ادب کے رمز شناس ماہرین یہ سب وہ قدسی گروہ ہیں جن کو حفاظتِ ربانی کے اس نظام کا حصہ بنایا گیا ہے۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی دینی مدارس بھی ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک اہم تاریخی حقیقت قابل توجہ ہے کہ اسلام سے پہلے جو مذاہب تھے، ان کی تشریح وتوضیح اور تبلیغ واشاعت حکومتوں سے متعلق تھی، وہی مذہبی اقتدار کے حامل بھی ہوتے تھے، ہندو مذہب میں ورنوں کی تقسیم کے ذریعہ اس کا ایک مضبوط نظام قائم تھا، یہودی حکومتیں اسی اساس پر قائم تھیں، یونانیوں کے عیسائیت قبول کرنے کے بعد یہی بات عیسائیوں کے یہاں پیدا ہوئی اور عیسائیت نے توحید سے تثلیث کا سفر ہی یونانی فرماں رواؤں کے قدیم نظریہ سے ہم آہنگ ہونے کے لئے کیا، کم وبیش یہی حال دوسرے مذاہب کا بھی رہا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ حکومتیں اپنے مفادات کے مطابق مذہب میں تبدیلیاں کرتی رہتی تھیں اور عقیدہ کو سیاسی استحکام کا وسیلہ بنایا جاتا تھا۔ اسلام کی تاریخ میں خلافت راشدہ کے بعد سے ہی سیاسی اور مذہبی اقتدار کے مراکز بدل گئے، اس کے نتیجہ میں مذہب ہر طرح کی دست برد سے آزاد رہا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں مذہبی شخصیات وارباب اقتدار کے درمیان فاصلے رہا کرتے تھے۔ کیوں کہ مذہبی شخصیتیں کسی ایسی فکر کو قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتی تھیں جو کتاب وسنت کے مزاج سے الگ ہو، اور یہ بات بعض اوقات اہل سیاست کے مفاد کے خلاف جاتی تھیں۔ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ، سعید بن جبیرؒ، سعید بن مسیبؒ، امام سرخسیؒ، امام ابن تیمیہؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور امام نسائیؒ، غرض اصحابِ عزیمت علماء کی ایک طلائی زنجیر ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اقتدار کے چشم وآبرو کے اشارہ کو قبول کرنے سے انکار کردیا اور جرم بے گناہی میں طرح طرح کی آزمائشوں اور ابتلاؤں سے گذرے۔ اسی لئے تمام ہی علوم اسلامی کی تدوین وترتیب اور اس کا ارتقاء ان لوگوں کے ذریعہ انجام پایا جو ایوانِ حکومت کے سائے سے بھی بھاگتے تھے، اس سے یہ فائدہ ہوا کہ بے آمیز طریقہ پر ان علوم کی ترتیب عمل میں آئی۔ صورت حال یہ تھی کہ اگر کوئی محدث حکمرانوں کے یہاں آمد ورفت رکھتا اہل فن اس کی روایت کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھتے، اگر کوئی فقیہ حکومت کے عہدے قبول کرلیتا تو عوام ان کے فتوے کو قبول نہیں کرتے اور دوسرے فقہاء اس سے گریز کی راہ اختیار کرتے۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ اسلامی علوم بے آمیز طریقہ پر ترتیب دیئے گئے، پروان چڑھے اور انہوں نے دین خالص کی ترجمانی کی۔

ایک طویل دور ایسا گذرا کہ مختلف اہم شخصیتیں علم وفن کا مرجع بنی رہیں، جس کو جس فن کی تعلیم حاصل کرنی ہوتی، وہ اس فن کی ممتاز شخصیت کے پاس چلا جاتا اور اس سے کسبِ فیض کرتا، گویا یہ "شخصی مدرسہ" ہوتے، جو تشنہ کامانِ علم کی پیاس بجھاتے۔ پھر ایک دور مدارس کا آیا، جس میں ایک جگہ مختلف علوم وفنون کی تعلیم ہوا کرتی اور فن کی مناسبت سے مختلف شخصیتیں درس دیا کرتیں۔ جیسے ایک زمانہ میں اپنے عہد کے عبقری علماء کے ذریعہ دین کی حفاظت سرانجام پاتی

تھی، اسی طرح اب مدارس کے ذریعہ دین کی حفاظت واشاعت کا فریضہ انجام پانے لگا۔

اس سلسلہ میں برصغیر پاک و ہند کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے، تقریباً ڈیڑھ سو سال سے یہی خطہ اسلامی تحریکات کا مرکز رہا ہے اور ان تمام تحریکات کو ان ہی مدارس سے خونِ جگر ملا ہے، اسلام کے خلاف جو سازشیں کی گئیں، قادیانیت، انکارِ حدیث، نیچریت، الحاد، یہ بھی زیادہ تر اسی خطہ سے اٹھیں، اس لئے نظام غیبی کے تحت یہ بات ضروری تھی کہ اسی خطہ میں وہ لوگ بھی پیدا ہوں جو فتنوں کو دبا سکیں اور ان سازشوں کا مقابلہ کر سکیں، یہ کام ان ہی مدارس کے ذریعہ انجام پایا۔ یہاں سے جو دینی تحریکات اٹھیں، عالمی سطح پر ان کے گہرے اثرات مرتب ہوئے اور یہاں مخالف اسلام تحریکوں سے جو پنجہ آزمائی کی گئی، اس نے بھی عالمی سطح پر اپنے اثرات ڈالے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ یورپ سے اخلاقی اور مذہبی قدورں کے خلاف جدیدیت اور آزادی کا جو صور پھونکا گیا اور الحاد اور عیش کوش کی جو دعوتِ عام دی گئی، اس نے پوری دنیا میں بلا کسی خاص رکاوٹ اور مقابلہ کے کامیابی حاصل کر لی، یہاں تک کہ عرب دنیا اور اسلامی دنیا میں بھی، لیکن برصغیر کو وہ اسلامی شعائر کے احترام اور مسلمہ مذہبی اور اخلاقی قدروں کی پابندی سے محروم نہیں کر سکی۔ اس کا اندازہ برصغیر اور دوسرے ممالک کے مسلم سماج کی تہذیبی اور ثقافتی کیفیت سے لگایا جا سکتا ہے۔ یہ ان ہی مدارس کا فیض ہے اور جس چیز کو آج اسلامی لہر کہا جاتا ہے، اگر آپ اس کے اصل سوتے اور سرچشمے کو تلاش کریں تو آپ بالآخر ان ہی درس گاہوں تک پہنچیں گے۔

یہ وہ حقیقت ہے جس نے مغرب کو بوکھلا کر رکھ دیا ہے اور اسی لئے امریکہ نے جنگِ افغانستان کو ''تہذیبی تصادم'' سے تعبیر کیا تھا۔ اس پس منظر میں عالمی سطح پر بات سوچی جا رہی ہے کہ فکر اسلامی کے ان سرچشموں ہی کو بند کر دیا جائے، اس کے لئے کئی رخی تدبیریں اختیار کی جا رہی ہیں، ایک طرف مدارس کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلاتے ہوئے انہیں بدنام کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں اور ان پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے، دوسری طرف مدارس کے ذرائع آمدنی کو مسدود کرنے کی سعی کی جا رہی ہے، دولت مند مسلمان ملکوں کو امریکہ مدارس کی اعانت سے روک رہا ہے، پاک و ہند کے جو مسلمان دوسرے مسلمان ملکوں کو امریکہ مدارس کی اعانت سے روک رہا ہے، پاک و ہند کے جو مسلمان دوسرے ملکوں میں برسر ملازمت ہیں اور اپنی زکوۃ پاک و ہند کے مدارس کو بھیجتے ہیں انہیں بھی روکنے کی کوشش کی جا رہی ہے، تیسرے حکومتیں اس بات کی کوشش کر رہی ہیں کہ مدارس کے نصابِ تعلیم اور نظام تعلیم میں تبدیلیاں لائی جائیں اور مدارس کو اس پر راغب کرنے کے لئے انہیں کچھ اعانت بھی دی جائے، لوگوں کو متاثر کرنے کے لئے ظاہر یہ کیا جا رہا ہے کہ اس کا مقصد دینی مدارس میں جدید علوم کی تعلیم کا انتظام کرنا ہے، لیکن درحقیقت ان کا مقصد مدارس کے آزادانہ کردار کو متاثر کرنا ہے، حکومت چاہتی ہے کہ تنخواہ دار اساتذہ ہوں، جو حکومت کی سوچ کے مطابق نئی نسل کا مزاج بنا سکیں، حکومت کے وظیفہ خوار علماء ہوں،

جوایوانِ اقتدار کے چشم و ابرو کو دیکھ کر فتوے دیں، فیصلے کریں اور وعظ کہیں، تاکہ ایسا ایسا ماڈرن اسلام وجود میں آسکے جو نظام کفر کے ساتھ پوری ہم آہنگی رکھتا ہو اور سماجی زندگی سے اپنا دامن سمیٹ کر مسجد کے بند دروازوں کے اندر معتکف ہو کر رہ جائے۔

میڈیا کے مسلسل پروپیگنڈہ کی وجہ سے اب بعض مسلمان بھی سوچنے لگے ہیں کہ مدارس کے نظام تعلیم کو بدلنا چاہیے اور یہاں کے طلبہ کو مکمل طور پر عصری تعلیم سے بھی آراستہ کرنا چاہیے، نیز اس کے لئے حسب ضرورت حکومت سے بھی تعاون لینا چاہیے۔ یہ نہایت خطرناک اور ناسمجھی پر مبنی سوچ ہے۔ اگر مدارس کا اسلامی کردار مجروح ہو جائے، ان اداروں کا مقصد ''تعلیم برائے تعلیم'' رہ جائے اور ان میں دین کی دعوت واحیاء اور اشاعت وحفاظت کا سرفروشانہ جذبہ باقی نہ رہے، تو پھر اندیشہ ہے کہ ہماری عظیم الشان مسجدیں مسجدِ قرطبہ کی طرح تماشہ گاہِ عالم بن جائیں اور ایک ایسا قالب رہ جائے جو روح وزندگی اور قوت وتوانائی سے محروم ہو۔

اس وقت مدارس کی آمدنی کو روکنے اور متاثر کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ہماری سادگی، عاقبت نااندیشی اور نتیجہ وانجام سے بے خبری کا یہ حال ہے کہ بعض لوگ مشورہ دے رہے ہیں کہ انگریزی اخبار نکالنے کے لئے چند ماہ مدارس بند کردیئے جائیں۔ اُمت کی اس نادانی پر جتنا سر پیٹیے کم ہے۔ اب مسلمانوں کو یہ بات سوچنی ہے کہ وہ اپنی وقتِ بازو اور گاڑھی کمائی سے ان مدارس کو چلائیں گے اور آئندہ نسلوں کے دین وایمان کی حفاظت کریں گے یا انہیں وقت کے رحم وکرم پر چھوڑ دیں گے اور اس ناپاک منصوبہ کو کامیاب ہونے دیں گے جو دشمنانِ اسلام کا منشاء ومقصود ہے؟ اگر ہم چاہتے ہیں کہ یہ مدارس اسلام کی حفاظت واشاعت کا کام کرتے رہیں اور دین وایمان کی امانت کو اگلی نسلوں تک پہنچائیں تو اپنی دولت کا ایک مناسب حصہ اس کاز کے لئے وقف کرنا ہوگا اور جیسے یہودی اور قادیانی اپنی دولت کا ایک قابلِ لحاظ حصہ اپنے مذہب کے لئے خرچ کرتے ہیں، مسلمانوں کو بھی بلند حوصلگی اور فراخ قلبی کے ساتھ ان مدارس کے تعاون کے لئے آگے بڑھنا اور ان کو حکمرانِ وقت کی دست برد سے بچانا ہوگا، ورنہ ''تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں''!!

☆......☆......☆

جنت کا حال

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک مرتبہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مجلس میں جنت کا پورا حال بیان کیا اور گفتگو کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایسی چیزیں ہوں گی جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھی ہوں گی، نہ کسی کان نے سنی ہوں گی اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا کبھی خیال ہی آیا ہوگا۔'' (مسلم)۔ (مراسلہ: عرفان انور مغل)